امیر خسرو دہلوی۔شخصیت اور فن

محبوب حسین گنائی
ریسرچ اسکالر سنٹر آف سینٹرل ایشن اسٹڈیز
کشمیر یونیورسٹی
7006130361

ای نام تو بہترین سرآغاز بی نام تو نامہ کی کنم باز

ملخص:

زبان وادب کے حوالے سے ہندوستان قدیم زمانے سے ہی ایک عظیم اور لائق ملک گزرا ہے۔جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی ،خاص کر فارسی زبان وادب کے حوالے سے،اگر چہ یہ ہندوستان کی مادری زبان نہیں تھی لیکن یہاں کی سرزمین اس کے لیے دوسرے ملکوں کے برعکس کافی زرخیز ثابت ہوئی جس کی وجہ سے فارسی زبان وادب نے یہاں زندگی کے ہر شعبے کو متاثر کیا۔ اب یہاں پر ذہن میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسکی کیا وجہ ہے؟ اسکا جواب بالکل آسان اور سادہ ہے وہ یہ کہ ''ہند وایران'' کے آپس میں برسوں سے چلے آرہیں تجارتی روابط سب سے بڑی اور اہم دلیل ہے۔ فارسی زبان وادبیات کی رو سے یہاں بہت سے ادوار گزرے ہیں۔جن میں ہر ایک ادوار کی اپنی ایک خاص اور منفرد پہچان ہے۔لیکن مطالعہ کرنے سے یہ بات عیاں ہوتی ہیں کہ ان میں سے جو اہمیت اور مقام ادوار مغول کو نصیب ہوا وہ کسی اور کے حق میں نہیں ہوا جس کی بدولت

اس زبان نے یہاں سرکاری حثیت حاصل کی۔اس کے علاوہ ایران سے مختلف اور گونا گون ادوار میں بہت سارے شعراء وادیب حضرات ہجرت کرکے یہاں کے سلطانوں و بادشاہوں کے درباروں کو زینت بخشتے رہے جس کی وجہ سے اس زبان (فارسی) کے دریچے وسعت کے ساتھ جلوہ افروز ہوتے رہے۔

کلی طور پر تاریخ کی ورق گردانی کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مغل بادشاہ خود شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ شاعری کے بھی بے حد دلدادہ تھے اور بنابر شاعروں وادیبوں کا بھی بڑی گرم جوشی سے استقبال کرتے تھے۔غرض مغل عہد سے پہلے کا زمانہ یعنی عہد تغلق و خلجی دور بھی فارسی زبان وادب کے حوالے سے یہاں (ہندوستان) میں ایک سنہری دور گزرا ہے۔بنابر این اس عہد میں ایسے بہت سارے ممتاز اور اعلیٰ پایہ کے بزرگ فضلاء وعلماء، قلمکار وادباء، شاعر ونثر نگار پیدا ہوئے۔جنہوں نے اپنے عقب یادگار نقوش چھوڑے ہیں جس سے فارسی زبان وادب کو فروغ ملتا رہا، اور یہی وجہ ہے کہ رفتہ رفتہ فارسی زبان ادب نے بہت سے ارتقائی منزلیں طے کر کے کمال عروج پر پہنچ گئی۔علاوہ بر عہد خلجی و تغلق میں ہی ایک ذہین واعلیٰ پایہ کے لایق اور ممتاز ومعروف شاعر بنام امیر خسرو دہلوی نے یہاں کی سرزمین پر جنم لیا۔جنہوں نے ہر صنف سخن میں طبع آزمائی کر کے اپنے فن کا مظاہرہ پورے جوش وخروش کے ساتھ کیا۔خسرو اس دور کا مشہور ترین شاعر گزرا ہے۔وہ بیک وقت، شاعر، صوفی بزرگ، مصنف و فلسفی ہونے کے علاوہ ایک ماہر موسیقی دان بھی تھے۔انہیں اپنی زبان پر یدطولا (طولیٰ) حاصل تھا۔علاوہ برانکو اردو وعربی وفارسی زبان پر گہری گرفت ہونے کے ساتھ ساتھ ترکی اور ہندی زبان پر بھی بڑی مہارت حاصل تھی۔مختصرا امیر خسرو کی مایا ناز ادبی خدمات کو ہندوستان کی تاریخ میں ایک شاعر ومصنف کی حثیت سے ہمیشہ یاد کیا جائے گا۔

....

اہم لفظیات:۔ زبان وادب، امیر خسرو، آثار فن پارہ، شاعری

اصل مضمون:

جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ جس کا میں نے مذکورہ سطور میں اشارہ دیتے ہوئے یہ بتانے کی سعی کی ہے کہ ہندوستان اور ایران کے روابط قدیم زمانہ سے چلے آرہے ہیں اور جس کی وجہ سے یہاں فارسی زبان وادب کو رواج ملا۔ ہندوستان کی ادبی زبان سنسکرت۔ تھی جو ایران باستان فارسی کی رشتہ دار ہے جس کی رو سے اہل ہند اور اہل ایران ہم نژاد ہیں۔(۱) اگر چہ ہندوستان میں فارسی زبان کا بول بالا اسی زمانہ سے تھا لیکن اٹل حقیقت یہ ہے کہ موجودہ فارسی کا رواج ہندوستان میں بعد از اسلام خاص کر غزنویوں کے عہد کے بعد ہوا۔ یعنی مغل عہد کو ہندوستان کی تاریخ میں عہد زرین کہلانے کا حق شرف حاصل ہوا کیونکہ اس دور میں فارسی زبان وادب نے خوب ترقی کی اور فارسی زبان وادب میں شعر کہنے والے شاعر وادیب، علماء وفضلا پیدا ہوئے اور جہنوں نے اپنے کلام کے ذریعے سے فارسی زبان کو عروج بخشا اور ان ہی شاعروں اور ادیبوں میں ایک ممتاز اور مشہورترین شاعر امیر ناصرالدین ابوالحسن خسرو بن امیر سیف الدین محمود دہلوی ہیں۔ (۲) جن کے کلام اور فن پارہ میں ایسا اثر موجود تھا جو ان کو دوسروں سے ممتاز بنادیتا ہے تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات صاف طور پر عیاں و روشن ہو جاتی ہے کہ امیر خسرو کے والد ترکستان کے شہر "کش" کے رہنے والے تھے منگولوں کے حملہ کے وقت یہ ہندوستان چلے آئے اور یہاں آباد ہوگئے۔ ڈکٹر ذبیح اللہ صفا اپنی تالیف میں لکھتے ہیں کہ حضرت امیر خسرو کے والد امیر سیف الدین قصبہ مومن آباد (پیتالی) جو دہلی کے مضافات میں واقع ہے وہاں سکونت اختیار کر لی اور یہی پر عمادالملک کی بیٹی سے شادی کر لی اور اسی عورت سے ۶۵۱ھ کے لگ بھگ امیر خسرو پیدا ہوئے جس کا ذکر خود امیر اس شعر میں اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

کنون کہ ششصد وھشتادو چار شد تاریخ مرا ز سی و سہ آمد نویدسی و چھار (۳)

بہرحال تاریخ کی ورق گردانی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امیر خسرو کی اقامت گاہ دہلی تھی اور دہلی کے بادشاہ آپ کی بڑی قدردانی کرتے تھے اور ان میں سے آپ نے بعض کی اپنے اشعار

میں مدح سرائی بھی کی ہے۔امیر خسرو نے بچپن سے ہی موزون طبعیت پانے کے ساتھ ساتھ تعلیم و تربیت کا بھی بے حد ذوق وشوق رکھتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ آپ نے آپنے زمانہ کے بیشتر علوم کی تحصیل کر کے شہرت پائی اور اسی مناسبت سے شاہان ہندوستان آپ کو انعامات سے نوازتے تھے۔اور آج کے دور میں آپ کی شہرت کا نہ صرف برصغیر ہند و پاک میں ہے بلکہ پورے ایران میں سورج کی روشنی کی طرح پھیلی ہوئی ہے۔(۴)امیر خسرو کی شخصیت کا ایک عظیم پہلو یہ بھی ہے کہ آپ نے مشہور ومعروف صوفی بزرگ حضرت نظام الدین اولیاء کے ہاتھ میں بیعت کی اور ان کے حلقہ ارادت میں رہ کر ہی خسرو نے سیر وسلوک،طریقت،ریاضت،اور درویشی کے منازل کی تعلیم حاصل کی۔(۵)اوراس کی تفصیل آگے آئے گی۔

کہا جاتا ہے کہ امیر خسرو کو بچپن سے ہی پڑھنے کے بجائے شعر وشاعری کی دھن سوار رہتی تھی جو بھی سنتا اس کو فوراً ذہن نشین کر کے شعر کی صورت میں بیان کرتا تھا۔جس کی تصدیق مولانا شبلی نعمانی نے اپنی تصنیف شعرالعجم کے جلد دوم میں کچھ اس طرح بیان کی ہے۔''خواجہ اصیل کوتوال کے نائب تھے،وہ سعدالدین خطاط کو خطوط وغیرہ لکھوانے کے لیے بلایا کرتے تھے ایک دن بلایا تو امیر خسرو بھی ساتھ گئے،خواجہ اصیل کے مکان پر خواجہ عزیزالدین بھی تشریف رکھتے تھے،سعدالدین نے خواجہ صاحب سے کہا کہ یہ لڑکا ابھی سے کچھ غوں غاں کرتا ہے،معلوم نہیں کہ موزوں بھی کہتا ہے کہ نہیں؟ آپ ذرا اس کے کلام کو سن لیجیے،۔۔۔۔۔۔۔۔۔خواجہ عزیزالدین نے چار بے جوڑ چیزوں کا نام لیا کہ ان کو ملا کر شعر کہو،مو،بیضہ،تیر،خربزہ۔امیر نے برجستہ کہا:

ہر موی کہ در دو زلف آں صنم است   صد بیضہ عنبریں برآں موئے صنم است
چوں تیر بداں راس دلش راز یرا کہ   چوں خربوزہ دندانش درون شکم است۔''(۶)

تو یہاں پر یہ بات بالکل عیاں وروشن ہوتی ہے کہ امیر خسرو کو شعر وشاعری کے ساتھ کس قدر لگاؤ تھا،کہ ایک ہی لمحہ میں ان بے ڈھنگ الفاظ کو کس طرح بامعنی اور موزون وزن کے ساتھ اشعاروں میں تبدیل کیا اور خواجہ عزیزالدین یہ منظر دیکھ کر دنگ رہ گئے۔

امیر خسرو نے چونکہ بچپن سے ہی طبیعت شاعرانہ پائی تھی اور آپ ہر وقت شعر کہا کرتے اوران کو گاتے بھی کیونکہ اللہ نے لحن خوب عطا کیا تھا جس کی وجہ سے آپ کی شہرت رفتہ رفتہ پورے ہندوستان میں سورج کی روشنی کی طرح پھیل گئی اور غیاث الدین بلبن کے درباری امیر کتلو خان معروف بہ چھجو (۷) ان کی شاعرانہ عظمت اور شہرت سے متاثر ہوکر ان کو اپنے یہاں ملازم رکھا۔ پھر دو سال اودھ کے حاکم خان جہان کی ملازمت اختیار کی مگر ماں کی محبت انکو واپس دہلی کھینچ لے آئی کیونکہ انکی ماں کو ان سے بہت زیادہ محبت تھی اروامیر خسرو بھی اپنی ماں سے بے پناہ محبت کرتے تھے چنانچہ تمام تعلقات کو ترک کر کے دہلی لوٹ آئے ماں نے گلے لگایا اور آنکھیں محبت کی وجہ سے پرنم ہوئی اور امیر کی زبان سے بے ساختہ یہ شعر جاری ہوئے:

مادرم آں خستۂ تیمار من چوں نظر افگند بہ دیدار من
پردہ زروے شفقت برگرفت اشک فشاناں بہ برم درگرفت (۸)

امیر خسرو کی زندگی کا بیشتر حصہ اگر چہ دربارہ سلاطین اوران کی مدح سرائی میں بسر ہوا، اور خاندان غلامان، خلجی، اور تغلق کے آٹھ بادشاہوں کا زمانہ دیکھا اور ہر بادشاہ نے آپ کی بڑی قدردانی کی ہے۔ اوراپنی اکثر تصنیفات ان ہی کے نام پر لکھی۔ غرض یہ کہ امیر خسرو صرف شاعر ہی نہ تھے بلکہ وہ ایک عظیم صوفی بذرگ بھی تھے اوراس راستے میں ان کو استاد برجستہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کی صحبت حاصل تھی اورانہی کے دست شفقت اور معرفت کی روشنی میں امیر خسرو نے علم تصوف کی منزلیں طے کیں ہیں۔ وہ خواجہ صاحب سے بے پناہ عقیدت رکھتے تھے اور خواجہ صاحب بھی ان پر بہت ہی شفیق و مہربان تھے اس انسیت اور عقیدت کا پتہ خواجہ صاحب کے گزرنے پر چلتا ہے کہ امیر خسرو آپ کو کتنا چاہتے تھے۔ دکتر ذبیح اللہ صفا اپنی تالیف ''تاریخ ادبیات درایران'' میں لکھتے ہیں۔ ''امیر در سفر تغلق شاہ بہ بنگالہ همراہ او بود و در بازگشت از آن دیار بسال ۷۲۵ ہجری، چون درراہ شنید کہ مراد او شیخ نظام الدین اولیاء درگذشتہ، ترک خدمت گفت و بہ دہلی شتافت و مجاور قبر مرشد گردید و هرچہ داشت بہ بی نوایان بخشید و بعد از شش ماہ۔۔۔۔۔۔

بدرود حیات گفت و در جوار نظام اولیاء بخاک سپردہ شد۔"(۹)

امیر خسرو کے مزاج میں عشق و محبت کا مادہ ازل سے ہی موجود تھا اور اول سے لے کر آخر تک وہ سراپا عشق تھے۔ اگر چہ امیر خسرو خاندان کی مناسبت سے شاہی دربار سے تعلق رکھتے تھے اور عام لوگوں کی طرح سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ روحانی تاثیر کی وجہ سے فطرت میں نرمی تھی۔ خواجہ صاحب کو امیر سے کمال عقیدت عشق تھا اور عشق کی یہ انتہا اعلیٰ درجے تک پہنچ گئی کہ ان کو دیکھے بغیر (امیر خسرو) سکون میسر نہیں ہوتا جب تک کہ جی بھر کے نہ دیکھتے اور اس عشق وارادت کی وجہ سے خواجہ صاحب نے ان کو ترک اللہ کا خطاب دیا اور اسی خطاب سے بلاتے اور اس کا ذکر امیر نے ایک قصیدہ میں کیا جو انہوں نے مرشد کے مدح میں کہا ہے:

برزبانت چوں خطاب بندۂ ترک اللہ رفت دست ترک اللہ گیر و ہم بہ اللہش سپار
(۱۰)

امیر خسرو کی شخصیت اور فن میں ایک نمایاں پہلو یہ بھی ہے کہ وہ ہر فن میں کمال رکھتے تھے چاہیے وہ غزل کا میدان ہو یا قصیدہ و مثنوی کا، موسیقی ہو یا اردو دوہے وغیرہ کا، اور علاوہ بر آن انکو موسیقی میں بڑا کمال حاصل تھا۔ انہوں نے فارسی، ہندی اور اردو کے راگوں سے نئے راگ پیدا کیے۔ جس سے ان کے اعلیٰ ذہنیت و ظرفیت کا فقدان ہر لحاظ سے موسیقی و فن پاروں میں جلوہ و نمایاں ہیں، ان میں چند مشہور یہ ہیں۔ عشاق، غنم، فرغنہ، مجیر، سازگری، زیلف وغیرہ وغیرہ۔ بنابراین انہوں نے موسیقی میں طبلہ اور ستار بھی ایجاد کیا ہے۔ مختصر یہ کہ ان کی شخصیت بہت ہی جامع اور وسیع ہے ارو یہاں پر یہ ممکن نہیں ہے کہ انکی زندگی کے تمام تر پہلوں کو ایک مقالہ میں بیان کیا جائے۔

امیر خسرو کے کلام کا سرسری جائزہ:

امیر خسرو کو عربی اور فارسی دونوں زبانوں پر بڑا اعبور حاصل تھا۔ ہم چنین ترکی اور ہندی زبان کے ساتھ بھی بڑی وابستگی تھی۔ اس کے علاوہ امیر خسرو اعلیٰ پایہ کے صوفی بزرگ اور فلسفی بھی

تھے۔بہمین دلیل خسرو تصوف کے اعلیٰ مقام پر فائز ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بڑا شاعر اور مشہور و معروف ترین مصنف بھی تھا اور ان کو انواع سخن پر ید طولیٰ حاصل تھا اس میں کوئی مبالغہ نہیں ہے کہ انہوں نے فارسی قصاید بھی کہے ہیں۔فارسی مثنویاں بھی، فارسی مرثیہ بھی اور ان کے علاوہ فارسی رباعیات میں بھی قلم فرسائی کی ہیں۔الحاصل ان کا خاص میدان غزل گوئی رہا ہے جس کی وجہ سے آپ نے شہرت پائی۔امیر خسرو نے بہت سے شاعروں کی تقلید اور پیروی کی ہے جس کا ذکر انہوں نے خود اپنے آثاروں میں آشکار کیا ہے۔غزل میں سعدی، مثنوی میں نظامی، موعظ و حکمت میں سنائی اور خاقانی اور قصاید میں رضی الدین نیشاپوری اور کمال الدین اسماعیل معروف بہ خلاق المعانی وغیرہ۔اگر چہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ امیر خسرو کا شمار ہندوستان کے ممتاز اور مایا ناز شاعروں میں ہوتا ہے مگر یہ بھی درست ہے کہ ایرانی شعرا کو بھی ان کی شاعری کو تسلیم کرنا پڑا کیونکہ شبلی نعمانی اپنی تصنیف شعرالعجم کے جلد دوم میں بہارستان کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔''کہ خمسہ نظامی کا جواب خسرو سے بہتر کسی نے نہیں لکھا، طوطی ہند جو ان کا خطاب تھا ایرانی بھی اسی خطاب سے یاد کرتے ہیں۔''

عرفی:

بہ روح خسرو از این پارسی شکر دادم　　　کہ کام طوطی ہندوستان شود شیرین

خواجہ حافظ:

شکر شکن شوند ہمہ طوطیان ہند　　　زین قند پارسی کہ بہ بنگالہ میرود (۱۱)

امیر خسرو نے اپنے کلام میں اکثر وجدانی باتوں کی اس طرح ترجمانی کی ہے اور وہ مجسم بن کر سامنے آجاتے ہیں اور اس سے عشق و محبت کا ایک خاص لطف پیدا ہوتا ہے مثلاً

دلم در عاشقی آوارہ شد، آوارہ ترباد　　　تنم از بیدلی بیچارہ شد، بیچارہ ترباد (۱۲)

ترجمہ:۔میرا دل عاشقی میں آوارہ ہوا ہے، اور زیادہ تر ہوجائے۔میرا جسم غم سے بے چارہ ہوگیا ہے اور زیادہ تر ہوجائے۔

امیر خسرو کے ہاں عشقیہ، فخریہ، توصیف وغیرہ غرض ہر قسم کے مضامین ملتے ہیں جن میں ان کی شاعرانہ شخصیت پورے منزلت کے ساتھ جلوہ افروز ہے مثلاً

ای چہرہ زیبا تو رشک بتاں آزری — ھر چند وصفت میکنم درحسن ازآن زیباتری

ھرگز نیاید درنظر نقشی زرویت خوبتر — حوری ندانم ای پسر فرزند آدم یا پیر (۱۳)

ترجمہ:۔اے میرے محبوب تیرے حسین پر آزر کے بت بھی رشک کرتے ہیں۔اور میں جتنی بھی صفات تیرے بیان کروں حقیقتاً آپ کا حسن ان سب سے زیادہ خوب تر ہے۔

میری نظروں میں ایسا کوئی چہرہ گزرا ہی نہیں جو آپ کے چہرے سے زیادہ خوبصورت ہو۔اور تیرے سامنے ایسا کوئی سورج، چاند، حور اور پری کو میں نے نہیں دیکھا جو آپ سے زیادہ حسین ہو۔

امیر خسرو کی شہرت کا دارومدار اگر چہ غزل گوئی میں زیادہ رہا ہے لیکن اس کے باوجود بھی اس کو قصیدہ میں ایک خاص اور منفرد مقام حاصل ہے جس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا مثلاً یہ چند قصیدے

صبارا گاہ آن آمد کہ راہ بوستان گیرد — زمیں راسبزہ دردیبا وگل در پرنیاں گرد (۱۴)

برسات کے بارے میں

برآمد در بخشش وگرزاں پایہ درغلطد — نگیرد ہیچ کس دستش مگر شاہ جہاں گیرد

بہار کے بارے میں

گل ارکم عمر شد گو باش دانی — کہ در خور کیست عمر جاوداں را

طلوع صبح کے بیان میں

صبح را گفتم کہ خورشیدت کجاست — آسماں روئے ملک چچھو نمود

طلوع آفتاب کے بیان میں

خورشید جہانگیر مپندار کہ در بزم — شمشیر کشیدہ ملک الشراق بر آمد (۱۵)

اس حقیقت سے بھی انکار کی کوئی گنجایش نہیں ہے کہ امیر خسرو کی مثنویوں میں وہ شیرینی تاثیراورروانی پائی جاتی ہے جواس سے اپنے ہم عصروں سے ممتاز بنادیتی ہیں مثلاً

آنکو بہنر نشد طلبگار　　چون بی ہنران بود قفا خوار

اپسی کہ نہ خانہ گردد　　مستوجب تازیانہ گردد

(مجنون ولیلی)

چراغ ملک را روغن زمالست　　بقای مملکت بی زر محالست

گدا باشد ملک بی زر خدایی　　نیاید از گدایان پادشای

(شیرین وخسرو)

زھی سکّہ ؟ کیمیای سخن　　کہ یک ؟ جودرونیست جای سخن

گرامی کن گوھر آدمی　　گرامی ترین گوھر مردی

(آئینہ سکندری)

بسی شب باُمھی بودم کجا شد یارب آن شبھا　　کنون ھم ھست اما سیہ ازدود یاربھا

(وسط الحیوۃ)

تا برسر بازار بمستی قدمش رفت　　بس خرمن مردان کہ بباد ستمش رفت

(بقیّہ نقیّہ)(۱۶)

غرض یہ کہ علم اور عشق حقیقی کے دولت کا جو پوشیدہ پردہ اللہ نے امیر خسرو پر آشکار کیا اس سے ان کے عاشق حق ہونے کے آثار ہر کلام میں صاف وروشن نظر آتا ہے اور یہ عشق حقیقت کی دولت سب کے نصیب میں نہیں آتی بقول استادسخن علامہ اقبال:

کبھی اے حقیقت منتظر نظر آلباس مجاز میں

کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں میری جبیں نیاز میں

بنابراین امیر خسرو کے دیوان اشعار پانچ حصوں پر مشتمل ہے:

الف۔تحفۃ الصغر :۔اس میں ۱۶ سے ۱۹ برس کی عمر کا کلام ہے۔

ب۔ وسط الحیوۃ:۔اس میں ۲۰ سے ۳۴ سال کی عمر کا کلام شامل ہے۔

ج۔ غرۃ الکمال:۔۳۴ سے ۴۰ سال کی عمر کا کلام اور یہ دیوان اپنے بھائی کے اصرار پر ترتیب دیا۔

د۔ بقیہ نقیہ:۔اس میں کھولت (بڑھاپے) کا کلام شامل ہے۔

ح۔ نھایۃ الکمال:۔اس پانچویں دیوان میں عمر کے آخری سالوں کا کلام ہے۔ (۱۷)

مطالہ کرنے سے معلوم ہوا ہے کہ ''نھایۃ الکمال'' کے اشعار کا کوئی بھی نسخہ موجود نہیں ہے۔(۱۸)

دیگر آثار کا ذکر کرنے سے پہلے میں یہاں پر یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اسکالروں کا کہنا ہے کہ امیر خسرو شاعر اور صوفی ہونے کے علاوہ ایک مورخ بھی تھے۔اور اس ضمن میں اس نے جو مثنویاں لکھی ہیں وہ ادبی اہمیت سے زیادہ تاریخی اہمیت کی حامل ہیں۔

اس بارے میں خالق احمد نظامی جو خود بھی ایک بڑا مورخ اور محقق ہیں۔انہوں نے تاریخ وسطہ پر بہت سارا کام بھی کیا ہے اور اس موضوع پر اسکو چند کتابوں کے لکھنے کی سعادت بھی نصیب ہوئی ہے وہ اپنی کتاب میں امیر خسرو کی تصنیفات کی تاریخی اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ'

"Amir Khusrau's poetical works constitute a veritable source of information for the social and cultural history of medieval India. They contain wealth and details about Indian birds and animals, language and religions, fruits and flowers, clothes,

curtains ornaments, weapons, customs and ceremonials. These facts which lie scattered in his Masnavis help us in reconstructing a picture of the social and cultural life of Medieval India" (19)

دیگر آثار:

۱۔قران السعدین	۲۔مطلع الانوار	۳۔شیرین وخسرو
۴۔آیینۂ اسکندری	۵۔لیلیٰ مجنون	۶۔ہشت بہشت
۷۔تاج الفتوح	۸۔نہ سپہر	۹۔خزائن الفتوح
۱۰۔افضل الفوائد	۱۱۔اعجاز خسروی	۱۲۔دول رانی وخضر خاں

۱۳۔تغلق نامہ وغیرہ۔

خلاصہ:

مختصرا امیر خسرو کے کلام کا مطالہ کرنے کے بعد قاری اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ اس کی شخصیت عشق حقیقی اور راہ حق کی طلب گار تھی۔ان کے کلام اور مضامین میں خدائے واحد کی ذات اور حضور اکرمؐ کی شان منزلت اور توصیف میں جلوہ گری خوب نظر آتی ہے۔نیز ان کے کلام میں چاہیے غزل ہو یا قصیدہ،مثنوی ہو یا رباعی وغیرہ میں بڑے شیرین اور دلکش الفاظ کا منظر نظر آتا ہے اور یہ کہنا درست ہوگا کہ اس کے کلام میں عشق الٰہی اور عرفان کی بو آتی ہے جس سے پڑتے وقت راہ حق کا جزبہ سینے کے اندر پیدا ہوتا ہے۔حق تو یہ ہے کہ آج تک امیر خسرو جیسا کوئی بلند پایہ کا شاعر و ادیب اور بزرگ صوفی پیدا نہ ہوسکا۔

☆☆☆

حواشی:

۱۔چکیدہ تاریخ ادبیات ایران حصہ شعر،امام،ڈاکٹر منظر،مطبع،بھارت آفسیٹ پرنٹرز دہلی۱۹۹۹،ص،۱۶۴

۲۔تاریخ ادبیاتِ درایران،صفا،دکتر ذبیح اللہ؛انتشارات،فردوسی،خیابان مجاھدین اسلام،شمارہ ۲۶۲ چاپ،۱۳۶۳؛جلد۳،بخش،۲،ص،۷۷۱۔

۳۔ ایضاً،ص،۷۷۳

۴۔ برگزیدہ شعر،تاریخ مختصر شاعران،صدرّیہ،عفت؛بسرمایہ،کتابفروشی زوار،خیابان شاہ آباد،تھران،ص،۳۰۵

۵۔تاریخ ادبیاتِ ایران،شفق،ڈاکٹر رضازادہ؛مترجم،رفعت،سید مبارزالدین؛ناشر،پاکستان، کتب خانہ خورشیدیہ،اردوبازار،لاہور،ص،۳۸۵۔

۶۔شعرالعجم،نعمانی،علامہ شبلی؛ناشر شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ،سال اشاعت ۲۰۱۴،ج،۲،ص،۸۹،۹۰

۷۔ ایضاً،ص،۹۱

۸۔ ایضاً،ص،۹۵،۹۶۔

۹۔تاریخ دراد بیاتِ ایران،صفا،دکتر ذبیح اللہ؛انتشارات،فردوسی،خیابان مجاھدین اسلام،شمارہ ۲۶۲ چاپ،۱۳۶۳؛جلد۳،بخش،۲،ص،۷۷۶

۱۰۔شعرالعجم،نعمانی،علامہ شبلی؛ناشر شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ،سال اشاعت ۲۰۱۴،ج،۲،ص،۱۰۶

۱۱۔ ایضاً،ص،۱۱۶

۱۲۔سہم شمس درفارسی،مجموعہ مقالات،مسعودی،محمد منور؛سال چاپ،۲۰۰۹ء،چاپ خانہ، پیارا پرنٹرس سرینگر؛ناشر،گروہ فارسی دانشگاہ کشمیر،ص،۶۶

۱۳۔دیوان کامل،امیر خسرو،نفیسی،سعید،بکوشش درویش، ناشر، سازمان انتشارات جاویدان، اشاعت،۲،اسفند ماہ۱۳۶۱،ص،۳۴۵

۱۴۔تاریخ ادبیاتِ ایران،شفق،ڈاکٹر رضا زادہ؛مترجم،رفعت،سید مبارز الدین؛ناشر،پاکستان، کتب خانہ خورشیدیہ،اردو بازار،لاہور،ص،۷۸۳

۱۵۔شعرالعجم،نعمانی،علامہ شبلی؛ناشر شبلی اکیڑمی اعظم گڑھ،سال اشاعت۲۰۱۴، ج،۲،ص،۱۳۷، ۶۳۱

۱۶۔تاریخ در ادبیاتِ ایران،صفا،دکتر ذبیح اللہ؛انتشارات،فردوسی،خیابان مجاہدین اسلام،شمارہ ۲۶۲ چاپ،۱۳۶۳؛جلد۳،بخش،۲،ص،۷۹۴،۷۹۳،۷۹۲

۱۷۔ برگزیدہ شعر،تاریخ مختصر شاعران،صدرّیہ،عفت؛بسر مایہ،کتابفروشی زوار،خیابان شاہ آباد، تھران،ص،۳۰۶،۳۰۵

۱۸۔دیوان کامل امیر خسرو،نفیسی،سعید،بکوشش،درویش،م؛ناشر،سازمان انتشارات جاویدان، اشاعت،۲،اسفند ماہ۱۳۶۱،ص،۳

19. On history and historians, Nizami, khaliq ahmad, published by Munshiram monaharlal publishers pvt.ltd.1983.

☆☆☆